Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:4(1966)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت[1]

(مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

(۵۲) حضرت عمرؓ نے نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے مختلف راہیں نکالیں مثلاً یہ اعلان کیا:

(ا) لا یُسترق عربی[2] کوئی عربی غلام نہیں بنا جا سکتا۔

(ب) ابو موسیٰ اشعری گورنر کو یہ حکم بھیجا کہ:

خلّوا کل اکّار و زارع[3] کوئی کاشت کار و ہل چلانے والا غلام نہ رکھا جائے۔

(ج) امہات الاولاد (جس لونڈی سے اولاد ہو جائے) کی خرید و فروخت سے روک دیا حالانکہ اس سے پہلے ممانعت نہ تھی[4] جس کا مطلب یہ تھا کہ اولاد ہونے کے بعد لونڈی جیسے احکام نہیں رہتے۔

(د) جو غلام رقم دے کر آزاد ہونا چاہے مالک کے ذمہ اس کی آزادی کو ضروری قرار دیا جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ کے غلام سیرینؒ نے مکاتبت کی درخواست کی لیکن انسؓ نے انکار کر دیا، جب اس کی شکایت حضرت عمرؓ کو پہنچی تو انسؓ کو بلا کر کہا:

---

[1] اس عنوان سے یہ مضمون بالاقساط شائع ہو رہا ہے۔ ہم ماہنامہ "برہان" دہلی سے اس مضمون کی پندرھویں قسط یہاں نقل کر رہے ہیں۔ [2] کنز العمال ج۲ کتاب الجہاد من قسم الافعال الاساری ص۳۱۲ [3] حوالۂ بالا [4] ابوداؤد، مشکوٰۃ کتاب العتق۔

کاتبہ فابی فضربہ بالدرۃ ۵ اس کو مکاتب کر دو، اس پر انسؓ نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو درہ مارا) غلاموں کو اپنے عزیز قریب سے جدا نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

لا یفرق بین اخوین اذ ابیعاو لا تفرقوا بین الام وولد ھا و لا یفرق بین السبایا و اولادھن ۶

بیچتے وقت دو بھائیوں میں تفریق نہ کی جائے۔ ماں اور بچہ کے درمیان جدائی نہ کی جائے۔ اور قیدیوں میں ماں کو بچہ سے جدا نہ کیا جائے۔

اگر مذہب قدیم تنظیم کا نام ہوتا تو حضرت عمرؓ غلامی کے رواج کو ختم کرنے کی راہیں نہ نکالتے زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ ہر طرح کے حقوق دے کر معاشرہ میں ان کا مقام اونچا کر دیتے۔ دراصل اسلام کی روح ہی یہ تھی کہ معاشرہ سے غلامی کے رواج کو ختم کیا جائے جیسا کہ اس کی تائید حضرت عمرؓ کے درج ذیل قول سے ہوتی ہے۔

متی استعبد تم الناس وقد ولدتھم امھم احرارا ۷

تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنا رکھا ہے حالانکہ ان کی ماں نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے۔

لیکن ایک دم سے ختم کرنے میں سماجی زندگی کے مختل ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے بتدریج ختم کرنے کی کوشش کی پھر حضرت عمرؓ نے اس کوشش کو اور آگے بڑھایا جس کے مختلف طریقے وضع کئے۔

یہ تو قانون کے درجہ کی بات ہے ورنہ جہاں تک حقوق و مراعات اور سلوک و برتاؤ کا تعلق ہے اسلام نے ابتدا ہی سے غلامی کو ختم کر دیا تھا، چنانچہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔

ھم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ

وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے جس کے ماتحت اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہے تو جو خود کھائے وہی اپنے بھائی کو کھلائے جو خود پہنے وہی اپنے بھائی کو پہنائے اور جو کام اس کو مغلوب کر دے اس کی تکلیف

---

۵ بخاری کتاب العتق باب المکاتبت۔ ۶ بیہقی

۷ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثامن والثلثون ص۱۰۰

فلیعنیہ علیہ۔ ؎ ۸ نہ دے اور اگر تکلیف دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو خود اس کی مدد کرے

شوہروں کو چار ماہ سے زائد باہر رہنے سے روک دیا۔	(۵۳) حضرت عمرؓ نے فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ باہر رہنے سے روک دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایسا کوئی قانون نہیں ملتا ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ حسب دستور رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے عورت کے ایسے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں شہوانی جذبات کا اظہار تھا۔ عورتوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دو ماہ تک شوہر کی جدائی برداشت ہو سکتی ہے تیسرے ماہ قوت برداشت میں کمی آجاتی ہے اور چوتھے ماہ جذبات کی ہیجان انگیزی شباب پر ہوتی ہے۔ اس تحقیق کے بعد افسران کو لکھ بھیجا کہ کسی شخص کو چار ماہ سے زیادہ باہر نہ روکا جائے ؎ ۹

دراصل حضرت عمرؓ قرآن و سنت کی روح اور احکام کی مصلحت کو دیکھتے تھے ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

فکان عمر یجتهد فی تعرف الحکمة التی نزلت فیها الآیة ویحاول معرفة المصلحة التی جاء من اجلها الحدیث ویاخذ بالروح لا بالحرف ؎ ۱۰	حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں سرگرداں رہتے جس میں آیت نازل ہوئی ہے اور اس مصلحت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے جس کی وجہ سے حدیث وارد ہوئی ہے اور روح و مغز کو لیتے صرف ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے۔

اس بناء پر ایسے بہت سے احکام وضع کئے جن کا ذکر ظاہر الفاظ میں نہیں ہے لیکن روح اور مصلحت میں موجود ہے۔

خوب صورتی کم کرنے کے لئے ایک شخص کا سر منڈا دیا	(۵۴) حضرت عمرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت نصر بن حجاج کا سر منڈا دیا اور کچھ رقم دے کر مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔

وحلق عمر راس نصر بن حجاج ونفاہ من المدینة ؎ ۱۱

عمرؓ نے نصر بن حجاج کا سر منڈایا اور مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔

؎ ۸ بخاری کتاب العتق باب قول النبی العبید اخوانکم ؎ ۹ ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ ؎ ۱۰ القضاء فی الاسلام قضاء عمر ص ۱۰۴ ؎ ۱۱ الطرق الحکمیہ فصل و مسلک اصحابہ الخ ص ۱۶

رات کو گشت کے وقت ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے سُنا

الا سبیل الی خمر فاشربہ　　　　ام لا سبیل الی نصر بن حجاج

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نصر بن حجاج نہایت خوب صورت آدمی ہے۔ جس کو عورتیں حسرت و آرزو کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ آپؓ نے بلا کر اس کے سر کے بال منڈا دیئے تاکہ خوب صورتی کچھ کم ہو جائے لیکن اس کے بعد وہ ظالم اور زیادہ خوب صورت نظر آنے لگا۔ بالآخر اس کو جلاوطن کر دیا [۱۲]

نصر بن حجاج سے جرم کا ارتکاب بعد میں ہوا ہے جس سے حضرت عمرؓ کی فراست ظاہر ہوتی ہے۔ [۱۳] لیکن شخصی حقوق میں مداخلت پہلے ہی کر دی اور کسی کو لب کشائی کی ضرورت نہ محسوس ہوئی۔

ولی کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا

(۵) حضرت عمرؓ نے "ولی" کی مرضی کے خلاف غیر کفو میں نکاح کا حکم دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ "موالی" میں سے ایک مالدار شخص نے قریشی کی بہن کا پیغام بھیجا۔ قریشی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ

ان لنا حسباً وانہ لیس　　　　ہم حسب ونسب والے ہیں وہ لڑکی

لہا بکفو۔　　　　کا کفو نہیں ہے۔

جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپؓ نے قریشی کو بلا کر کہا کہ وہ مالدار بھی ہے اور پرہیزگار بھی، اگر بہن راضی ہے تو نکاح کر دو:

زوج الرجل ان کانت المرأۃ راضیۃ　　اگر لڑکی راضی ہے تو اس سے نکاح کر دو۔

چنانچہ بھائی نے جاکر پوچھا تو وہ راضی ہو گئی اور نکاح کر دیا گیا:

فراجعھا اخوھا فرضیت فزوجھا منہ [۱۴] بھائی نے جب اس سے مراجعت کی تو وہ راضی ہو گئی

یہ کوئی معاشقہ کا معاملہ نہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کر فیصلہ کیا ہو بلکہ حسب ونسب کے "بت" کو توڑنا مقصود تھا، جس کے آہنی پنجہ میں اب مسلم معاشرہ گرفتار ہو گیا ہے۔

---

[۱۲] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ والطرق الحکمیہ حوالہ بالا۔

[۱۳] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ [۱۴] ازالۃ الخفا مقصد دوم سیاستِ فاروق اعظم

فقہاء کرام نے "کفوء" پر اتنی طویل بحث محض ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کی تھی اگر کسی زمانہ میں یہ بحث ازدواجی زندگی کو ختم کرنے کا باعث ہوجائے تو غیر شرعی بن جائے گی جس کو فقہ کے ابواب سے خارج کرنا ضروری ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت سے کفوء کی نئی حد بندی لازمی ہے جس سے ازدواجی زندگی میں سہولت و خوشگواری پیدا ہوسکے۔

حسب و نسب اور معیارِ زندگی کے "بتوں" نے بہت سی مسلم بچیوں کو زندہ درگور بنا دیا ہے جن لڑکیوں میں مذہب و روایات کا پاس نہیں ہے وہ اپنی مرضی سے راستہ تلاش کرنے میں آزاد ہیں۔ لیکن جن میں حمیت و غیرت باقی ہے وہ سسک سسک کر پوری زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

مسئلہ کا حل اونچی تعلیم میں تلاش کیا گیا تھا لیکن اب یہ مردانی تعلیم شادی کے قائم مقام بن رہی ہے۔ پہلے زیادہ تعلیم یافتہ لڑکی پسند کی جاتی تھی لیکن اب یہ رجحان بدل رہا ہے۔ مغربی معاشرہ نے عورت کو اس کی صنف سے خارج کرکے ایک نئی صنف میں تبدیل کر لیا (جو کیا بتاؤں وہ کیا ہے ؟) لیکن اسلامی معاشرہ اس کو کیسے برداشت کرسکتا ہے ؟ وقت کے اس نازک مسئلہ پر کس کو توجّہ دلائی جائے ؟ جن حضرات سے کچھ جدوجہد کی توقع ہے۔ وہ خود شعوری یا غیر شعوری طور پر ان "بتوں" کے پجاری بنے ہوئے ہیں اور جو حضرات قیادت و سیادت کے دعویدار ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ایسے سنجیدہ کام اپنے ہاتھ میں لیں، کاش کوئی "مردِ مومن" غیب سے نمودار ہوتا اور تمام ان "بتوں" کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ جن کی وجہ سے مسلم معاشرہ کرب و الم میں مبتلا ہے۔ اور اپنے اقدار تک کو ختم کر دینے پر آمادہ ہے۔ جب تک خود عمل نہ ہو اسلامی تعلیمات پر وعظ کہہ دینے سے کچھ کام چلتا ہے اور نہ ذمّہ داری سے سبکدوشی ہوتی ہے حضرت امیر المومنین رضؓ نے ایک دودھ فروش کی بیوہ لڑکی سے اپنے بیٹے "عاصم" کا نکاح کیا تھا جس کا واقعہ مشہور ہے[15]

حضرت امیر المومنین نے نہ لڑکی کا حسب و نسب دیکھا اور نہ معیارِ زندگی پر نظر کی بس ان کو یہ ادا پسند آئی کہ جب لڑکی کی ماں نے دودھ میں پانی ملانے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ "ظاہر و باطن ہر حال میں امیر المومنین کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے یہ نہیں ہوسکتا کہ دن کی روشنی میں تو اطاعت ہو

---

[15] ازالۃ الخفاء مقصد دوم گشت حضرت عمرؓ

اور رات کی تاریکی میں خیانت ہو۔"

اُدھر "شہزادہ" نے نہ جہیز کی خواہش کی نہ بیوگی پر نظر کی اور نہ دل میں یہ خیال آیا کہ اس کی شادی دودھ بیچنے والی لڑکی سے کیوں کر ہو؟

دراصل ان دونوں کی نظر زندگی کے اصل معیار پر تھی اور وہ "تقویٰ" ہے جس کا ثبوت لڑکی کے جواب میں مل چکا تھا۔ بلکہ اسی کو بنیاد بنا کر "شہزادہ" نے بطیب خاطر آمادگی ظاہر کی تھی اور شادی کا پیغام بھیجا گیا تھا۔

اب عقائد و عبادات میں نہیں بلکہ معاملات و معاشرت میں تجدید و اجتہاد کی ضرورت ہے۔ "دور" کی تبدیلی سے یہی زیادہ مجروح ہوتے اور "رعایت" کو قبول کرتے ہیں بشرطیکہ وہ رعایت قرآن و سنت کی روح کے خلاف نہ ہو۔

لیکن چونکہ مذہب کے نام پر قدیم تنظیم سے وابستگی معاشرہ میں جڑ پکڑ لیتی ہے اور طویل عرصہ کے بعد انقلابی رعایت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس بناء پر لوگوں کے ذہن قبول کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور نہ ان سے کسی صلہ کی توقع ہوتی ہے ایسی حالت میں تجدید و اجتہاد کے فرائض وہی شخص انجام دے سکتا ہے۔ جس کو نہ کسی سے طمع ہو اور نہ کسی کا خوف ہو بس اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے جواب دہ ہو اور اسی کو مقصود بنا کر کام کرے

شعائر کی تعظیم میں غلوء سے روکا

(۵۶) حضرت عمرؓ نے "شعائر" کی تعظیم میں غلوء سے روکا اور حجر اسود کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

انی لاعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر [۱۶] — میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

اور "رمل" کے بارے میں فرمایا:

مالنا وللرمل انما کنا رأینا به المشرکین وقد اھلکھم اللّٰہ [۱۷] — رمل سے ہمارا کیا تعلق ہے اس کے ذریعہ ہم نے مشرکین کو مرعوب کیا تھا اب ان کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لیکن چونکہ ان کا تعلق روایت و یادگار سے تھا اور خود رسول اللہؐ کا عمل موجود تھا۔ اس بناء

---

[۱۶] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ باب دخول مکۃ والطواف۔ [۱۷] بخاری باب الرمل۔

پر خود ترک کیا اور نہ ترک کرنے کا حکم دیا۔

تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا۔

(۵۷) حضرت عمرؓ نے تقدیر پر غلط اعتقاد سے روکا۔ اور تقدیر کی اصل حقیقت کو واضح کیا، چنانچہ ایک مرتبہ ملک شام جا رہے تھے، راستہ میں معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وباء شدت سے پھیلی ہوئی ہے، واپسی کا ارادہ کیا جس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے اعتراض کیا:

افراراً من قدر اللہ	کیا آپ تقدیرِ الٰہی سے بھاگ رہے ہیں۔

جواب میں فرمایا:

نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ [۱۸]	ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

"تقدیر" اللہ کے علم و اندازہ کا نام ہے۔ وہ کوئی آہنی زرہ نہیں ہے، جو لوگوں کو پہنا دی گئی ہو کہ لوگ بھینچے جائیں اور وہ قبضہ کرتی جائے۔ جس طرح وہاں جانا تقدیر سے ہے اسی طرح نہ جانا تقدیر سے ہے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

ارایت لو کان ابل فهبطت وادیاله عدوتان احداهما خصبة والاخری جدبة الیس ان رعیت الخصبه رعیتها بقدر اللہ وان رعیت الجدبة رعیتها بقدر اللہ: [۱۹]	اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور کسی وادی میں اترو جس کے ایک طرف سرسبزی اور دوسری طرف خشکی۔ اگر تم سرسبز حصہ میں چراؤ تو یہ بھی تقدیر سے ہے اور خشک حصہ میں چراؤ تو یہ بھی تقدیر سے ہے۔

حالات کی رعایت سے حکومت کی شان و شوکت کو برقرار رکھا

(۵۸) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے معاویہؓ کی شان و شوکت اور کرّ و فر کو برقرار رکھا جب انھوں نے کہا کہ "ہمارے یہاں جاسوس بہت ہیں اس کے بغیر ہم دشمن کو مرعوب نہیں کر سکتے ہیں" [۲۰]

حالانکہ اس وقت تک اسلام میں اس قسم کی ظاہر داریوں کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا چنانچہ خود عمرؓ نے

---

[۱۸] مسلم باب الطاعون۔ [۱۹] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلاثون ص ۶۷

[۲۰] ازالۃ الخفاء مقصد دوم فی تفتیت الفاروق رعیتہ۔

شام میں معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ عرب کا کسریٰ ہے۔" [۲۱]

نصرانی کاتب مقرر کرنے پر ناگواری ظاہر کی۔

(۵۹) حضرت عمرؓ نے حالات کی رعایت سے ابوموسیٰ اشعریؓ کو نصرانی کاتب مقرر کرنے پر سخت ناگواری ظاہر کی، حالانکہ اس سے پہلے حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کی شرکت گذر چکی ہے۔ صورت یہ ہوئی کہ ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر نے ایک نصرانی کو اپنا کاتب بنالیا (اس وقت یہ عہدہ نہایت ذمہ داری اور حکومت کی پالیسی سے متعلق تھا) جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے الگ کر دینے کا حکم دیا۔ جواب میں ابوموسیٰؓ نے اس کی کارگزاریاں لکھ بھیجیں، پھر بھی عمرؓ نے اجازت نہ دی اور کہا کہ "جس کو اللہ نے خائن بنایا ہے ہمیں اُس کو "امین" نہ بنانا چاہیئے۔ ابوموسیٰؓ نے پھر لکھا کہ اس کے بغیر شہری انتظام درست نہیں ہوسکتا ہے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا:

مات النصرانی [۲۲]

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ مقام "انبار" کا ایک نصرانی دفتری کام میں نہایت ماہر ہے اگر آپ اس کو اپنا کاتب بنالیں تو بہت بہتر ہے، جواب دیا کہ:

لقد اتخذت اذا بطانۃ من دون المومنین۔ [۲۳]	میں اس وقت غیر مومن کو دوست بنانے والا ہوں گا۔

اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا

(۶۰) حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے حقوق پامال ہو رہے تھے، اجتماعی تنظیم کی ایک تجویز کا خیال ظاہر کیا، چنانچہ فرمایا:

فو اللہ لو ان اللہ ما یفرجہا ما ترکت باھل بیت من المسلمین لھم سعۃ الا ادخلت معھم اعدادھم من الفقراء فلم یکن اثنان یھلکان علی ما یقیم واحد [۲۴]	خدا کی قسم اگر اللہ اس صورتِ حال سے نجات نہ دے گا تو میں ہر مسلمان کے گھر میں جس میں کچھ وسعت ہے اس کے افراد کے برابر غریب مفلسوں کو داخل کر دوں گا، کیونکہ نصف پیٹ کھانے سے کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

---

[۲۱] و [۲۲] ازالۃ الخفا مقصد دوم فی تنقیف الفاروق رعیتہ [۲۳] ایضاً کلمات فاروقِ اعظمؓ

[۲۴] تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون صـ۷ و ازالۃ الخفاء کلمات فاروقِ اعظمؓ

یہ کوئی ترغیب کا معاملہ نہ تھا بلکہ قانون و فرض کی شکل تھی جیسا کہ "فو اللہ" اور" ادخلت" سے ظاہر ہے۔ اسی طرح "وسعت" تونگری کی حد تک نہ تھی بلکہ صرف شکم سیری تھی ورنہ ایک کی قوتِ حیات سے دو کے ہلاک نہ ہونے کی بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

(۶۱) حضرت عمرؓ نے توسیعی پروگرام کے تحت معیارِ زندگی پر پابندی لگائی اور روزانہ گوشت کھانے سے روک دیا چنانچہ ذبح خانے خود تشریف لے جاتے اور جس کو دو دن گوشت خریدتے دیکھتے درّے سے سزا دیتے:

فاذا رای رجلا اشتری لحما یومین متتابعین ضربہ بالدرۃ[۲۵] جب کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ دو دن مسلسل گوشت خرید رہا ہے تو اُس کو درّے سے مارتے

اور یہ فرماتے تھے:

الا طویت بطنك لجارك وابن عمك[۲۶] تو نے اپنے پڑوسی اور چچیرے بھائی کے لئے کیوں کفایت نہیں کی۔

یہ قحط کے زمانہ کی بات نہ تھی کیوں کہ اس وقت تو نانِ جویں سے بھی شکم سیر ہونے کی حیثیت نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ معیارِ زندگی پر پابندی لگاکر اور لوگوں کو معاشی لحاظ سے خود کفیل بناکر زندگی کے دوسرے سامان سے آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ صرف زندہ رہنا اپنے اندر کوئی جاذبیت نہیں رکھتا جب تک قیام و بقاء کے سامان نہ ہوں اور صرف قیام و بقاء کے سامان سے کام نہیں چلتا جب تک دور کے لحاظ سے جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کا انتظام نہ ہو جیسا کہ اس وقت دور کے لحاظ سے یہ سب انتظام ہوا تھا اور قرآنِ حکیم میں ہے:

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل[۲۷] جہاں تک ہو سکے قوت و طاقت کے سامان اور گھوڑے رکھ کر تیار رہو۔

آیت میں "من قوۃ" کو عام اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہر دور میں قوت و طاقت کے سامان بدلتے رہتے ہیں اور جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کی نئی راہیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اگر سامان کی فراہمی اور راہوں کے تعین میں تبدیلی کا لحاظ نہ کیا گیا اور قدیم تنظیم سے وابستگی بدستور قائم رہی تو آیت کی

---

[۲۵] تاریخ عمرؓ لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص۷۷۔ [۲۶] ایضاً۔ [۲۷] الانفال رکوع ۷۔

خلاف ورزی ہو گی اور قیام و بقاء کی ضمانت ضبط ہو جائے گی۔

دین و دنیا کی تقسیم مذہب کے غلط تصوّر کا نتیجہ ہے

مسلمانوں میں دین و مذہب کا جب تک صحیح تصوّر قائم رہا وہ برابر مذہبی فریضہ سمجھ کر تنظیمی تبدیلیوں کا ساتھ دیتے رہے اور جب ان میں یہ تصوّر باقی نہ رہا تو دین و دنیا کی تقسیم ہو گئی۔ ہر قدیم شئی دین بن گئی اور ہر جدید شئی دنیا کے نام سے موسوم ہو گئی۔ منطق و قدیم فلسفہ 'دین' ہے اور سائنس و جدید فلسفہ 'دنیا' ہے۔ تیر اندازی و بنوٹ دین ہے اور این۔ سی۔ سی و فوجی تربیت دنیا ہے۔ انفرادی ملکیّت کا تصوّر دین ہے، اور اجتماعی تنظیم کا تخیّل دنیا ہے۔ مکتب و مدرسہ کی ملازمت دین ہے اور کالج و یونیورسٹی کی ملازمت دنیا ہے۔ عبادت و اخلاق کی تبلیغ دین ہے اور ریسرچ و تحقیق کی تلقین دنیا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کی دعوت دین ہے اور حالات و زمانہ کی رعایت دنیا ہے۔ غرض جس پر قدامت کی چھاپ ہو وہ سب دین ہے اور جس کو جدّت کی ہوا لگی ہو، وہ سب دنیا ہے۔

نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کا یہ تصوّر مسلمانوں کو زندہ رہنے کے قابل کبھی نہیں بنا سکتا۔ لامحالہ اس تصوّر کی وجہ سے مذہب کو مسجد و مدرسہ کی چہار دیواری میں محدود رہنا پڑے گا اور صرف سکون حاصل کرنے کے لئے مذہب کے "آستانہ" پر حاضری ہوتی رہے گی۔

****